قلائد الجمان فی فرائد شعراء ھذا الزمان

المشہور بہ

عقود الجمان فی شعراء ھذا الزمان (ایک تعارف)

حافظ عبداللہ ☆

نبی کریم ﷺ پر نازل ہونے والی پہلی وحی ہی کے الفاظ: ﴿اقرأ باسم ربک الذی خلق خلق الانسان من علق. اقرأ و ربک الاکرم الذی علم بالقلم﴾ (۱) ہیں۔ پہلی وحی ہی میں ''اقرأ'' کا مطالبہ اور ''تعلیم بالقلم'' جیسی نعمتِ عظمیٰ کا ذکر فرما کر اس بات کی طرف اشارہ کر دیا گیا کہ نبی امی کے ذریعہ جو وحی الٰہی دنیا کے رشد و ہدایت اور صلاح و فلاح کے لیے آ رہی ہے وہ ''کتاب'' ہوگی یعنی لکھی جائے گی اور ''قرآن'' ہوگی یعنی پڑھی جائے گی۔ وحی الٰہی کا سب سے پہلا حکم ہی اقرأ کا اور نعمت تخلیق کے بعد، نعمت تعلیم بالقلم کا ذکر اس لیے ہوا کہ قرأت و کتابت کی ضرورت و اہمیت دنیا پر آشکارا ہو جائے اور علم کو سینوں سے نکال کر کتابوں کی امانت میں دینے کی اہمیت حاملینِ وحی پر روشن ہو جائے۔ یہی وجہ ہے نہ صرف رسول اللہ ﷺ نے ابتدائے اسلام ہی سے تلاوت و قرأت کے ساتھ ساتھ قرآن کریم کی تحریر و کتابت کا باقاعدہ اہتمام فرمایا بلکہ صحابہ کرامؓ نے بھی اپنے اپنے طور پر انفرادی مصاحفِ تیار کیے جن میں نازل شدہ وحی حفظ کے ساتھ تحریری صورت میں بھی ان کے پاس محفوظ تھی۔

ہجرت کے بعد جب باقاعدہ ریاست مدینہ میں وجود میں آئی تو رسول اللہ ﷺ نے مسلمان بچوں کی تعلیم قرأت و کتابت کے لیے باقاعدہ مساعی فرمائیں۔ غزوۂ بدر کے جو قیدی فدیہ نہیں دے سکتے تھے ان سے یہی مطالبہ کیا گیا کہ وہ دس دس مسلمان بچوں کو لکھنا پڑھنا سکھا دیں۔ (۲) اس سے قرأت و

☆ اسسٹنٹ پروفیسر، شیخ زاید اسلامک سینٹر، جامعہ پنجاب، لاہور

کتابت کی اہمیت خود نبی کریم ﷺ کے عمل سے واضح ہو رہی ہے۔قرآن کریم کی کتابت کے ساتھ ساتھ بعض صحابہ کرامؓ نے رسول اللہ ﷺ کی حیاتِ طیبہ ہی میں آپ کے ارشاداتِ مبارکہ کو بھی با قاعدہ قلمبند فرمایااوراس طرح دورِ رسالت مآب ﷺ ہی میں احادیث کے تحریری مجموعے وجود میں آ گئے۔

قرآن کرم اگر چہ خود رسول ﷺ ہی کی زندگی میں مکمل تحریر ہو چکا تھا۔لیکن منتشر اجزاء کی صورت میں تھا۔عہدِ خلافتِ صدیقی میں ان منتشر اجزاء کو با قاعدہ کتابی صورت میں مدون کیا گیا۔اوراس کا نام مصحف رکھا گیا۔عہدِ عثانی میں اس مصحف کی نقول تیار کر کے مختلف بلادِ اسلامیہ میں بھیجی گئیں تا کہ ہر علاقہ کے مسلمان اپنے اپنے انفرادی مصاحف اس کے مطابق تیار کرسکیں۔

قرآن کریم کے بعد مسلمانوں نے سب سے زیادہ جس علم کی تحریر و کتابت کی طرف توجہ کی وہ نبی کریم ﷺ کے ارشاداتِ مبارکہ، آپ کی احادیثِ طیبہ ہیں۔اگر چہ بعض صحابہؓ نے احادیث کے مجموعے بھی، خود رسول اللہ ﷺ کی زندگی ہی میں تیار کر لیے تھے۔(۳) لیکن عہد صحابہ و تابعین میں احادیث کی تحریر و کتابت نے زیادہ فروغ پایااور خلیفہ راشد عمر بن عبدالعزیز نے تو احادیث کی تدوین و کتابت کے لیے با قاعدہ سرکاری حکمنامہ جاری فرمایا۔(۴) اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے احادیث کے متعدد مجموعے مدون ہو کر سامنے آ گئے۔

صحابہ کرامؓ چونکہ نزول قرآن کے دور کے عینی شاہد تھے اور رسول اللہ ﷺ سے براہِ راست تلمذ کے شرف سے مشرف تھے اور فطری ملکہء لسان کے حامل تھے اس لیے قرآن و حدیث سے اخذ و استنباط اور استفادہ کے لیے رسمی اصول و قواعد سے مستغنی تھے لیکن جب کثرتِ فتوحات کی وجہ سے عجمی اقوام حلقہءِ بگوشِ اسلام ہوئیں جو عہد رسالت سے بعد اور فطری ملکہ لسان سے عاری ہونے کی وجہ سے قرآن وحدیث سے اخذ و استنباط میں دقت محسوس کرتیں تھیں۔اس لیے اگر ایک طرف اصولِ حدیث و اصول فقہ جیسے فنون مدون ہوئے تو دوسری طرف علوم عربیہ وقواعد ونحو کی بھی با قاعدہ تدوین کی ضرورت لاحق ہوئی۔

قرآن کریم اور رسول اللہ ﷺ کی حیات طیبہ سے ایک مسلمان کا جو ایمان و محبت کا تعلق ہے اس کے نتیجہ میں سیرت و مغازی اور تاریخ جیسے علوم نے فروغ پایا۔اوراس طرح کتب سیرت و مغازی اور تاریخ تصنیف ہوئیں۔قرآن کریم کی تلاوت وقرأت اوراس پر تدبر و تفکر کی بدولت مسلمان امت کا مزاج

اور ذوق علمی اور تحقیقی بن گیا۔ یہی علمی وتحقیقی ذوق اور حقائق اشیاء کی معرفت، عجائباتِ کائنات کے مطالعہ اور آیات آفاق وانفس کے مشاہدہ کا شوق تھا جس کی وجہ سے نہ صرف مسلمانوں نے خالص قرآن وسنت اور اس سے متعلقہ علوم کی طرف توجہ دی بلکہ طبیعی وکائناتی علوم بھی مسلمانوں کی توجہ کا مرکز بنے۔ اس طرح مسلمان علماء ومحققین نے قرآن، حدیث، فقہ، اصولِ تفسیر، اصول حدیث، اصول فقہ، سیرت، تاریخ، تصوف، شاعری، صرف ونحو، بلاغت، علم الرسم، طب، کیمیا، طبیعات، نباتیات، ریاضیات، فلکیات، علم النجوم، فلسفہ، منطق، نفسیات اور جغرافیہ وغیرہ علم کی ہر شاخ کو اپنا موضوعِ بحث وتحقیق بنایا اور عالمِ اسلام میں علم کی ایک روچل پڑی۔ تعلیم وتعلم، درس وتدریس اور تصنیف وتالیف کا خوب چرچا ہوا۔ تمام بلادِ اسلامیہ میں مدارس وجامعات اور علماء وطلبہ کے علمی حلقے قائم ہوئے۔ مسلمان علماء ومحققین نے ہر علم پر بلند پایہ کتب تصنیف فرمائیں۔ یہاں تک کہ تمام اسلامی شہروں میں بڑے بڑے کتب خانے وجود میں آئے۔ ایک ایک کتب خانہ میں کتابوں کی تعداد لاکھوں تک تھی۔ امام اوزاعیؒ کے بقول:

''کثرت تصنیف اس امت کی خصوصیت ہے''۔ (۵) بغداد کی تباہی جب وحشی تاتاریوں کے ہاتھوں ہوئی تو انہوں نے دریائے دجلہ کو عبور کرنے کے لیے مسلمانوں کا ایک کتب خانہ لوٹ کر اس کی کتابوں سے دجلہ پر سڑک بنائی مؤرخین لکھتے ہیں کہ ان کی سیاہی جو بہہ کر پانی میں گھلی تو ایک مہینہ تک علماء کو لکھنے کے لیے روشنائی کی ضرورت نہیں تھی۔ دجلہ کا پانی روشنائی کا کام دیتا تھا۔ (۶)

بلا مبالغہ یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ کسی قوم نے اس قدر کتب تصنیف نہیں کیں جتنی مسلمان امت نے کی ہیں۔ مسلم امت اسلاف کی جتنی بڑی علمی میراث کی وارث ہوئی دنیا کی کوئی قوم اس کی ہمسری کا دعویٰ نہیں کرسکتی۔ دنیا بھر کے کتب خانوں میں علم کی ہر شاخ سے متعلق لاکھوں مخطوطات اس بات پر شاہد ہیں کہ یہ امت علم وتحقیق کی روایات کی حامل ہے۔ اور تاریخِ علوم کے تسلسل میں اس کا خاص مقام ہے۔ اب تک اسلاف کی جو کتابیں زیورِ طبع سے آراستہ ہوکر منظر عام پر آچکی ہیں ان کو اس تعداد سے کوئی نسبت نہیں جو قلمی مخطوطات کی صورت میں دنیا بھر کے کتب خانوں میں موجود ہیں اور ابھی تک دن کی روشنی دیکھنے سے محروم ہیں۔

معروف مسلمان محقق ڈاکٹر فواد سیزگین نے اپنی عمر کا بڑا حصہ انہی مخطوطات کی تلاش وتحقیق میں

صرف کر کے مستشرقین کے ان باطل نظریات کا علمی و تحقیقی انداز میں رد کیا ہے جو انہوں نے مسلم امت کے متعلق غلط فہمی یا تعصب کی بناء پر قائم کر رکھے ہیں۔

اگر چہ گزشتہ دو صدیوں میں مغرب و مشرق کے محققین کی نظرِ عنایت اور محنت و کاوش کی بدولت بعض نہایت بیش قیمت مخطوطات جدید منہج پر مرتب و مدون ہو کر منظر عام پر آئے ہیں۔ لیکن یہ اس تعداد کا عشر عشیر بھی نہیں ہے جو اطراف عالم میں ابھی تک سرکاری و ذاتی کتب خانوں میں منتشر پڑے ہیں۔ جن کی تعداد لاکھوں سے متجاوز ہے۔ اسلامی تہذیب و ثقافت اور تمدن و معاشرت جو صدیوں پر محیط ہے اس کی صحیح تاریخی تصویر دنیا کے سامنے پیش کرنے کے لیے ضروری ہے کہ اس اسلامی علمی میراث کو جو مخطوطات کی صورت میں محفوظ ہے جدید تحقیق کے مطابق مرتب و مدون کر کے دن کی روشنی میں لایا جائے۔ کسی دور کی تاریخی تصویر کشی کے لیے صرف عمومی کتبِ تواریخ و سوانح ہی پر انحصار نہ کیا جائے بلکہ طبقات و رحلات، شاعری اور ادب سے متعلق لٹریچر کی بھی چھان پھٹک کی جائے تا کہ اس دور کے مسلم معاشرے کے حقیقی خدوخال زیادہ صحیح شکل میں نمایاں کیے جا سکیں۔ اس لحاظ سے یہ مسلم محققین کی ذمہ داری ہے کہ وہ دینی و علمی جذبہ سے سرشار ہو کر مسلسل محنت و کاوش سے اسلاف کے ان علمی کارناموں میں از سر نو روح پھونکیں۔ اور اس طرح اسلامی علمی میراث کے احیاء کے ذریعہ امت مسلمہ کی تاریخ اور تمدن و معاشرت سے متعلق تمام غلط نظریات کی تردید سنجیدہ اور باوقار جدید علمی و تحقیقی انداز سے کر کے اتمام حجت کے فریضہ سے سبکدوش ہوں۔

اسلاف کے انہی نوادراتِ علمیہ میں سے ایک نادر الوجود مخطوطہ ساتویں صدی ہجری کے بلند پایہ ثقہ مؤرخ و ادیب کمال الدین ابو البرکات المبارک المعروف بابن الشعار کی عظیم تصنیف ''قلائد الجمان فی فرائد شعراء هذا الزمان'' المشہور بہ ''عقود الجمان فی شعراء هذا الزمان'' کا ہے۔ اس مخطوطہ کا صرف ایک ہی نسخہ ہے جو ذخیرہ اسعد آفندی جو اب کتب خانہ سلیمانیہ استنبول (ترکی) کا حصہ ہے میں موجود ہے۔ ابن الشعار نے یہ عظیم تصنیف دس جلدوں میں مکمل کی لیکن اس کی دو جلدیں دستبردِ زمانہ کی نذر ہو گئیں اور اب بقیہ ۸ جلدیں مذکورہ کتب خانہ میں نمبر ۲۳۲۳۔۲۳۳۰ کے تحت موجود ہیں۔ اگر چہ اس نسخہ وحیدہ کی متعدد نقول دیگر کتب خانوں میں بھی

موجود ہیں۔

ابن الشعار کا شمار ثقات میں کیا جاتا ہے اس سے نقل و روایت کرنے والوں میں ابن المستوفی، ابن خلکان، حافظ ذھبی، یافعی، عبدالقادر قرشی، حاجی خلیفہ اور ابن العماد حنبلی جیسی بلند پایہ شخصیات ہیں۔(۷)

قلائد الجمان ابن شعار کی شاہکار تصنیف ہے جو ساتویں صدی کے نصف اول میں وفات پانے والے شعراء عرب کے تراجم اور ان کے کلام کے انتخاب پر مشتمل ہے۔ ابن الشعار نے اس کی تصنیف پر تیس سال سے زیادہ مدت صرف کی۔ ان موجود ۸ جلدوں میں ایک ہزار سے زائد شعراء کے تراجم ہیں۔

اس کتاب کی ایک اہم خصوصیت یہ ہے کہ تاریخِ اسلام کی وہ عظیم شخصیات جو اپنے اپنے مخصوص میدانِ علم و فن میں تو آفتاب بن کر چمکیں مگر بحیثیت شاعر ان کی شہرت نہیں ہوئی۔ ابن الشعار نے ان کا بحیثیت شاعر ذکر کیا۔ اور ان کے کلام کا نمونہ پیش کیا۔ مثال کے طور پر امام فخرالدین رازی مفسر و متکلم مجدالدین ابن اثیر محدث، ابن جبیر الاندلسی سیاح، یاقوت حموی جغرافیہ دان، ابن عربی صوفی، ابن المستوفی اور ابن خلکان مؤرخ مشہور ہیں۔(۸)

ابن الشعار نے اس کتاب کی استناد کا حدیث کی طرح اہتمام کیا ہے۔ اس لیے نقل محضہ پر بہت کم اعتماد کیا ہے زیادہ تراجم یا تو وہ ہیں کہ صاحب ترجمہ سے ابن الشعار نے براہِ راست ملاقات کی اور اس کی زبانی اس کا کلام سنا یا اس کا کلام اس کے سامنے پیش کر کے اجازت طلب کی اور یا صرف ایک واسطہ سے جو صاحبِ ترجمہ کی اولاد یا اس کے اقرباء میں تھے سے نقل و روایت کی۔(۹) اس لیے استنادی حیثیت سے بھی اس کتاب کا مقام انتہائی بلند ہے اور کتبِ تراجم میں ممتاز و منفرد شان کی حامل ہے۔ اس طرح ابن الشعار نے اصحاب تراجم کے احوال بے کم و کاست انتہائی معروضی انداز میں پیش کیے۔ اگر کسی کی کوئی خوبی و کمال تھا تو اس کو بھی بیان کیا اور اگر کسی کا کوئی نقص و عیب تھا تو اس کا بھی اظہار کر دیا تا کہ صاحب ترجمہ کی صحیح تصویر سامنے آ جائے۔

ساتویں صدی کے نصفِ اول کے مسلم معاشرہ کی تہذیبی و ثقافتی، تمدنی و معاشرتی اور علمی تحقیقی تصویر کشی میں یہ کتاب بنیادی اور اساسی ماخذ و مصدر کی حیثیت رکھتی ہے۔

ابن الشعار نے اس کتاب میں بعض اہم واقعات وحقائق بیان کیے ہیں جن کا ذکر کسی دوسری کتاب میں نہیں ہے۔ مثال کے طور پر مشہور صوفی شیخ اکبر محی الدین ابن عربی نے کس طرح سپاہیانہ زندگی ترک کر کے تصوف وسلوک کی زندگی اختیار کی۔ اس کے محرکات واسباب کیا تھے۔ ابن شعار نے ابن عربی کے الفاظ میں اس کا ذکر کیا ہے۔ جسے خود ابن عربی کی زبانی ابن شعار نے براہِ راست سنا۔(۱۰)

اس عظیم مؤرخ وادیب کی یہ بلند پایہ شاہکار تصنیف اب تک مخطوطہ کی صورت میں گوشۂ خمول میں پڑی رہی۔ لیکن اصحاب علم وتحقیق کی خوش قسمتی کہ ہمارے ملک کے معروف محقق وعالم اور السنہ شرقیہ کے ماہر پروفیسر ڈاکٹر خورشید الحسن رضوی کی نظر عنایت اور محنت وکاوش کی بدولت کتاب مذکورہ کا جزء (ششم) جدید تحقیق کے مطابق مرتب ومدون ہو کر مطبوعہ صورت میں منظر عام پر آ گیا۔ سچی بات یہ ہے کہ ڈاکٹر صاحب کے علمی جذبہ اور سچے علمی استقلال نے سلف کے کارناموں میں از سرِ نو ایک روح پھونک دی۔ موصوف نے اس کتاب کی تحقیق وترتیب میں اپنی زندگی کے دس سال صرف کیے۔ باوجود اس کے کہ کتابِ مذکورہ کی آٹھ جلدوں میں سب سے زیادہ خستہ حالت میں جزء (ششم) ہی تھا جس کی عبارت پڑھنا خود اہلِ زبان کے لیے جوئے شیر لانے کے مترادف تھا۔ لیکن ڈاکٹر صاحب نے انتہائی صبر آزما محنت اور دقتِ نظر سے تصحیح متن کا اہم اور نازک فریضہ بڑی خوش اسلوبی سے سرانجام دیا آپ نے اس کے لیے آٹھ جلدوں کی نقول حاصل کیں۔

کتاب کے شروع میں محقق موصوف نے عالمانہ وفاضلانہ مقدمہ تحریر فرمایا جس میں ابن الشعار کی زندگی، احوال اور کتاب کی خصوصیات وممیّزات بیان کی ہیں۔

ابن الشعار کی زندگی سے متعلق اگرچہ بعض کتب طبقات وسوانح میں چند اشارات ملتے ہیں لیکن یکجا اور مرتب صورت میں کہیں احوال کا ذکر نہیں۔ ڈاکٹر صاحب نے کتب تواریخ، طبقات، رحلات اور سوانح کی چھان پھٹک کر کے ابن الشعار کے پہلی مرتبہ باقاعدہ مرتب صورت میں زندگی کے حالات پیش کیے۔

ابن الشعار چونکہ کثیر الاسفار تھا اس لیے ان کے اسفار کی تواریخ کا صحیح تعین کرنے کے لیے دیگر مصادر وماخذ کے علاوہ خود ''قلائد الجمان'' کی تمام جلدوں کا ڈاکٹر صاحب نے بالاستیعاب مطالعہ کیا اور

اسفار کا ایک مکمل انڈکس تیار کیا جو سچے علمی جذبے کے بغیر ممکن نہیں تھا۔

متن کی تحقیق و تصحیح اور تخریج کے ساتھ ساتھ مکمل فہارس تیار کی گئی ہیں۔ پہلی فہرست جس میں اصحابِ تراجم کے اسماء کو حروف تہجی کے اعتبار سے ترتیب دیا گیا ہے۔ دوسری، تیسری اور چوتھی فہرست اعلام، اماکن اور کتب کے اشاریہ پر مشتمل ہے۔ پانچویں فہرست جو ''کلمات الحضارۃ و المصطلحات وما الی ذالک'' کے عنوان کے تحت ترتیب دی گئی ہے جو اصحابِ تحقیق کی خاص دلچسپی کا باعث ہو سکتی ہے۔ چھٹی فہرست قوافی پر مشتمل ہے۔ جس میں بحور کی وضاحت بھی کی گئی ہے۔ شعر و ادب کا ذوق رکھنے والے اصحاب یقیناً اس کو بنظرِ استحسان دیکھیں گے۔

آخر میں مصادر اور مراجع کی مکمل فہرست دی گئی ہے۔ کتاب کے آخر میں کتاب اور صاحبِ کتاب کا تعارف انگریزی میں بھی پیش کیا گیا ہے۔

بجا طور پر یہ بات کہی جا سکتی ہے کہ مخطوطات کی تحقیق کرنے والے محققین کے لیے یہ کتاب ایک راہنما ثابت ہوگی۔

شیخ زاید اسلامک سینٹر، جامعہ پنجاب، لاہور جس کے بنیادی اہداف و مقاصد میں علم و تحقیق کا فروغ، اسلاف کے کارناموں سے نئی نسل کو روشناس کرانا اور اسلامی علمی میراث کو نسل نو تک منتقل کرنا ہے، کی قابل اور لائق ڈائریکٹر محترمہ ڈاکٹر جمیلہ شوکت صاحبہ جن کی علم دوستی اور اہلِ علم کی قدر شناسی محتاجِ بیان نہیں۔

محترمہ ڈاکٹر صاحبہ نے کتاب مذکورہ کو انتہائی عمدہ کمپوزنگ اور اعلیٰ طباعت کے ساتھ ادارہ ھذا کی جانب طبع کروا کر اہلِ علم کے سامنے پیش کیا اس پر بجا طور پر وہ مبارک باد کی مستحق ہیں۔

حواشی وحوالہ جات

۱۔ القرآن:۹۶/۵-۱

۲۔ شیبانی، احمد بن حنبل۔ مسند، حدیث نمبر ۲۲۱۷، ج ۱، ص ۴۰۸، داراحیاء التراث، بیروت، ۱۹۹۳ء

۳۔ گیلانی، مناظر احسن۔ تدوین حدیث، ص ۲۶۶، مکتبہ اسحاقیہ، کراچی ۱۹۸۷ء

۴۔ دارمی، عبداللہ بن عبدالرحمٰن۔ سنن الدارمی، ۱/۱۲۶، دارالکتب العلمیہ، بیروت

۵۔ طیب، قاری محمد۔ خطبات حکیم الاسلام، ۱/۸۷، دارالاشاعت کراچی ۱۹۹۷ء

۶۔ ایضاً

۷۔ رضوی، ڈاکٹر خورشید الحسن۔ مقدمہ قلائد الجمان، ص ۲۔۱

۸۔ رضوی، ڈاکٹر خورشید الحسن۔ مقدمہ قلائد الجمان، ص ۵۵

۹۔ رضوی، ڈاکٹر خورشید الحسن۔ مقدمہ قلائد الجمان، ص ۵۹

۱۰۔ رضوی، ڈاکٹر خورشید الحسن۔ مقدمہ قلائد الجمان، ص ۵۶۔۵۵